مفاسد کو دور کرنا اور مصالح کے حصول کے سلسلے میں فقہی قاعدہ کا مطالعہ

A research and applied study of the Jurisprudential rule Warding off evil takes precedence over bringing benefits

Hafiz Moazzum Shah
Lecturer Shariah Department,
Allama Iqbal Open University Islamabad
smoazzum@gmail.com

Hafiz Muhammad Umar Farooq
Phd Scholar, Quran o Tafseer Department
Allama Iqbal Open University Islamabad
m.umarfarooq.pk@gmail.com

ABSTRACT

Two of the purposes of Shariat are to achieve good and to avoid evil. But if there is ever a conflict between attaining good and avoiding evil, i.e. either it is possible to achieve good or it is possible to avoid evil, both are not possible together, then who will get the priority? In this rule, it is stated that the prevention of corruption will have priority over the pursuit of expediency. This rule is one of the members of the Shari'ah and many texts of the Book and Sunnah are witnesses to it, and this rule is the basis for preventing harmful actions and setting the consequences of financial compensation and punishment. When both good and evil are equal in a matter, in such a case, for the sake of avoiding evil, committing this matter will be avoided.

مقدمہ

"اگر کسی معاملے میں خیر اور شر جمع ہو جائیں تو اگر یہ ممکن ہو کہ ہم خیر حاصل کر لیں اور شر سے اجتناب کر لیں تو ایسا کر لیا جائے گا کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ [1]۔ ﴿جتنا ممکن ہو سکے اللہ سے ڈرو﴾ اور مفاسد و منہیات سے بچو۔ یہ تو پہلی صورت ہوئی۔ لیکن اگر معاملہ یوں ہوتا ہے کہ مصالح کا حصول اور مفاسد سے اجتناب ایک ہی وقت میں ممکن نہ ہو بلکہ کسی ایک کو حاصل یا دفاع کیا جا سکتا ہو تو دیکھا جائے گا

کہ خیر اور شر میں سے ارتکاب کے لحاظ سے بڑھ کر کونسا ہے۔ اگر شر خیر سے زیادہ ہے تو ایسا کام سرے سے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور ہم چھوٹی مصلحت کے حصول کی خاطر بڑے فساد والے کام سے رک جائیں گے۔

مثلاً شراب اور جوا کے بارے میں قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا[2]۔

مذکورہ آیت میں شراب اور جوا کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان کا شر ان کے نفع پر غالب ہے۔ شراب کی منفعت تجارت وغیرہ ہے۔ جبکہ اس کا فساد عقل کا زائل کر دینا ہے۔ جو آگے بہت سے گناہوں کا موجب بن سکتا ہے۔ لہذا جب معلوم ہوا کہ شراب ایک ایسا معاملہ ہے جس کی منفعت کم، شر وفساد زیادہ ہے لہذا یہاں جلب منفعت نہ ہو گا بلکہ دفع فساد کی خاطر شراب بالکل ممنوع و حرام شمار کی جائے گی[3]۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مصلحت و خیر، فساد و شر پر غالب ہو تو ایسی صورت میں اس خیر کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی اگرچہ فساد و شر کا التزام بھی لازمی ہو رہا ہو[4]۔

چوتھی صورت جو ہمارے مذکورہ قاعدے سے زیادہ میل رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ جانب مصلحت و جانب فساد برابر ہوں تو ایسے میں جانب فساد کو ترجیح دی جائے گی اور وہ کام ممنوع ہو گا۔

دیگر الفاظ قاعدہ:

دیگر الفاظ قاعدہ درج ذیل ہیں:

١۔ درأالمفاسد مقدم على جلب المصالح[5]۔
٢۔ درأالمفاسد أولى من جلب المصالح[6]۔
٣۔ دفع المفاسد مقدم على جلب المصالح[7]۔
۴۔ دفع الضرر اهمّ من جلب النفع[8]۔
۵۔ دفع المفاسد أولى من جلب المصالح[9]۔
٦۔ دفع الضرر اولیٰ من جلب النفع[10]۔
۷۔ دفع الضرر مقدّم علیٰ تحصيل النفع[11]۔
٨۔ دفع المفاسد أهم من جلب المنافع[12]۔
٩۔ دفع المفسدة أهم من جلب المصلحة[13]۔
١٠۔ دفع الشرّ مقدّمٌ علیٰ جلب الخير[14]۔
١١۔ عناية الشرع بدرء المفاسد اشدُّ من عنايته بجلب المصالح[15]۔
١٢۔ رعاية درء المفاسد أولى من رعاية حصول المصالح[16]۔
١٣۔ دفع الضرر مقدّمٌ علیٰ ايصال النفع[17]۔
١۴۔ درء المضار اهمّ من جلب المسار[18]۔

۱۵۔ اعتناء الشرع بدفع المفاسد آکد من اعتنائہ بجلب المصالح[19]۔

اس کے علاوہ اس قاعدہ کے بیان کیلئے اور بھی صیغے ہیں۔ چند ایک پر اکتفاء اختصار کی خاطر کیا گیا ہے۔ اس سے کم از کم یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اس قاعدہ کا اتنے زیادہ صیغوں کے استعمال کے ساتھ آنا اہل علم کے نزدیک اس قاعدہ کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

یہ قاعدہ کہاں استعمال ہوا اور اس کا ماخذ:

علامہ ابن ہمامؒ نے شرح فتح القدیر میں کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ میں یہ قاعدہ استعمال کیا ہے۔
یہ قاعدہ علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں، علامہ حصکفی نے الدر المختار میں، علامہ آمدی نے الاحکام میں اور علامہ شاطبی نے الموافقات میں ذکر کیا ہے۔[20]

قاعدہ کے الفاظ کا انفرادی معنیٰ:

اولاً: الدرء:

''درء'' الدرءُ فی اللغۃِ الدفعُ، یقال درأ الشیئ یَدرَءُ ہُ درءاً و دراءۃً :دَفَعَہُ[21]۔

یعنی درء کا مطلب دور کرنا، دفع کرنا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے '' وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ [22]''۔یعنی عذاب کو دور کرنا۔

ثانیاً: المفاسد:

''المفاسد'' فی اللغۃ ؛ جمعُ مفسدۃ علیٰ وزنِ مفعلۃ۔ وھیَ مُشتقّۃ من الفسادالذی ھو ضدّ الصلاح، فالمفسدۃ خلاف المصلحۃ، یُقال ھذا الامر مفسدۃ لکذا أی فیہ فساد لہ[23]۔

یعنی مفاسد، مفسدۃ کی جمع ہے اور فساد سے مشتق ہے۔ یہ خرابی اور فساد کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

ثالثاً: مقدّم:

مقدّم،التقدّم،القدم، وھو السابقۃ فی الامر،والقاف والدال و المیم اصل صحیح یدلّ علیٰ السبقِ[24]۔

یعنی مقدم سے مراد سبقت دینا پہل دینا، اول درجہ میں رکھنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔

رابعاً: جلب:

الجلب فی اللغۃ مصدر من جَلَبَ یجلِبُ بمعنی الاتیان بالشیئ وسوقہ عن موضع الیٰ آخر، یقالُ جلَب الشّیئ یجلبہُ جلباً ، ای اتی بہ وساقہُ[25]۔

یعنی جلب سے مراد کسی چیز کو لے آنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا و حاصل کرنا ہے۔

خامساً: المصالح:

المصالح جمعُ مصلحۃ؛ الصلاح وھو ضدّ الفساد بمعنی الخیر والثّواب[26]۔

یعنی مصالح اور مصلحہ سے مراد بہتری، اچھائی اور خیر ہے۔ اور یہ فساد کی ضد ہے۔

قاعدہ کا اجمالی معنیٰ:

شریعت کے مقاصد میں سے دو مقاصد بھلائی کا حصول اور برائی اور شر سے بچاؤ ہے۔ لیکن اگر کبھی خیر کے حصول اور شر سے بچاؤ کا آپس میں تعارض ہو جائے یعنی یا تو خیر کو حاصل کرنا ممکن ہو یا شر سے بچاؤ ممکن ہو، دونوں ایک ساتھ ممکن نہ ہوں تو کس کو ترجیح حاصل ہو گی؟ اس قاعدہ میں اسی کا بیان ہے کہ جلب مصلحت پر دفع فساد کو ترجیح حاصل ہو گی۔ کیونکہ شریعت خیر کے حصول سے زیادہ شر کو دور کرنے پر زور دیتی ہے[27]۔

قاعدہ کی وضاحت:

علامہ ابن نجیم "قاعدہ" **درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح** کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"فَاذا تعارضت مفسدة و مصلحۃ قُدّم دفع المفسدة غالباً لِأنّ اعتناء الشرعِ بالمنہیات اشدّ من اعتنائہ بالمأمورات[28]۔

ترجمہ:

جب خیر اور شر کا آپس میں تعارض ہو جائے تو عموماً شر کو دور کرنے کو مقدم رکھا جائے گا خیر کے حصول کے مقابلہ میں۔ کیونکہ شریعت نے مامورات کی بجا آوری کے مقابلے میں منہیات سے احتراز اور بچاؤ پر زیادہ زور دیا ہے۔

شیخ عثیمین "القواعد الفقہیۃ" میں درج ذیل شعر میں اسی قاعدہ کو بیان فرماتے ہیں۔

و مع تساوی ضرر و منفعۃ یکون ممنوعاً لدرء المفسدۃ

یعنی اذا جتمع فی الشیئ المنافع و المضار وفسادات المنافع و المضار، فانہٗ یکون ممنوعا من اَجل درءِ المفسدۃ[29]۔

یعنی جب کسی معاملے میں خیر اور شر دونوں یکساں ہوں تو ایسی صورت میں شر سے بچاؤ کی خاطر اس معاملہ کے ارتکاب سے اجتناب کیا جائے گا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ اگر خیر کا حصول غالب نہ ہو تو ہر صورت ایسے فعل سے اجتناب کیا جائے گا۔ تاکہ خیر کو حاصل کرتے کرتے شر کا اجتناب نہ ہو جائے۔

قاعدہ کی اہمیت:

اکثر فقہاء نے اس قاعدہ (**درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح**) کو ''**لاضرر ولاضرار**'' یا ''**الضررُ یزالُ**'' قاعدہ کے ضمن میں بیان فرمایا ہے۔ اس لئے کہ جس فساد اور مفسدہ کو یہاں دور کرنا مطلوب ہے وہ ضرر کی ایک قسم ہی ہے۔ اور ضرر کی شریعت میں نفی کی گئی ہے لہذا مذکورہ قاعدہ، قاعدہ کبریٰ (الضرر یُزال) کے ضمن میں واقع ہوا[30]۔

علامہ مصطفی الزرقاء اس قاعدہ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے المدخل الفقہی میں فرماتے ہیں:

و هذه القاعدة من اركان الشريعة و تشهد لها نصوص كثيرة فى الكتاب و السنّة وهى اساس لمنع الفعل الضاروترتيب نتائجه فى التعوض المالى والعقوبة كما انها سنة لمبدأ الاستصلاح فى جلب المنافع ودرء المفاسد ۔ وعلى هذه القاعدة بنى الفقهاء احكاماً لا تحصى من شتى الابواب[31]۔

ترجمہ:

یہ قاعدہ شریعت کے ارکان میں سے ہے اور کتاب و سنت کی کثیر نصوص اس کی شاہد ہیں اور نقصان دہ عمل کو روکنے اور مالی معاوضہ اور سزا کے نتائج کی ترتیب کی بنیاد یہی قاعدہ ہے۔ اسی طرح منافع کے حصول اور مفاسد سے اجتناب کی اصلاحی بنیاد کیلئے سند بھی ہے۔ اور اس قاعدہ کی بنیاد پر فقہاء نے بہت سارے فقہی ابواب کے احکام کا استخراج کیا ہے۔

قاعدہ کی دلیل

أولا: کتاب اللہ:

۱۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ؛ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا [32]۔

ترجمہ:

وہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان میں گناہ بہت زیادہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ نفع بھی ہے۔ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے۔

وجہ استدلال:

اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو حرام قرار دیا حالانکہ لوگوں کیلئے اس میں مصلحت اور فائدہ یک گونہ تھا مثلا تجارت اور تجارتی نفع وغیرہ۔ اور یہ حرام قرار دینا مفاسد اور شرور کی وجہ سے تھا جو کہ جوئے اور شراب میں تھے۔ مثلا عقل کا زائل ہونا۔ لڑائی جھگڑا یا فحش گوئی، اللہ کے ذکر سے روک تھام گالی گلوچ وغیرہ۔ لہذا معلوم ہوا کہ اگرچہ شراب اور جوئے میں لوگوں کے لئے منفعت تھی لیکن فساد کو دور کرنے کی خاطر اس کو حرام قرار دیا گیا۔یعنی دفع مفاسد کو جلب منفعت پر فوقیت دی گئی[33]۔

۲۔ وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [34]۔

ترجمہ:

اور ان کے معبودوں کو برا بھلا مت کہو جن کو وہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں تو وہ عداوت میں آکر بغیر جانے اللہ کو برا بھلا کہیں گے۔

وجہ استدلال:

کفار کے معبودوں کو برا بھلا کہنے میں مصلحت اور فائدہ ہے کیونکہ اس سے ان کی تحقیر اور اہانت لازم آتی ہے جو کہ مطلوب ہے لیکن یہ برا بھلا کہنا مصلحت کے ساتھ ساتھ فساد اور شر کو بھی شامل ہے کہ جب ان کے معبودوں کی تحقیر کی جائے گی تو بدلے میں وہ لوگ مسلمانوں کے معبود یعنی اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے لہذا سداً للباب اور سداً للذرائع کے طور پر ان کے معبودوں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کر دیا گیا اور دفع فساد کو جلب منفعت پر فوقیت دی گئی[35]۔

۳۔ قول اللہ تعالیٰ : وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُواْ مِنَ الصَّلاَةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا[36]۔

ترجمہ:

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ تم کو کفار سے نقصان کا خدشہ ہو کہ تم نماز کو قصر کرو۔

وجہ استدلال:

اس آیت میں ایک فساد یعنی مشرکین کی طرف سے نقصان پہنچنا اور ایک مصلحت یعنی اتمام صلوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے اور دفع مفسدہ یعنی مشرکین کی تکلیف سے بچنا کو جلب منفعت یعنی اتمام صلوٰۃ پر فوقیت دی گئی ہے۔

ثانیاً: الحدیث النبوی:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنما هلك من كان قبلكم بسؤالهم واختلافهم على أنبيائهم، فإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه، وإذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم[37]۔

ترجمہ:

تم سے پہلے لوگ زیادہ سوال اور اپنے رسولوں سے اختلاف کی بنیاد پر ہلاک ہوئے جب میں تم لوگوں کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے رک جاؤ، اور جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو جتنا ممکن ہو سکے اس کی بجا آوری کرو۔

وجہ استدلال:

علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں اس حدیث سے مذکورہ قاعدہ کا اثبات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے مامورات کی بجا آوری کے مقابلے میں منہیات سے بچاؤ پر زیادہ زور دیا ہے اس لئے کہ منہیات سے مطلقاً اجتناب کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ مشقت ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے جبکہ مامورات کی ادائیگی کو وسعت اور طاقت کی قید پر مقید کیا گیا[38]۔

۲۔ **أنَّ رَسولَ الله صلى الله عليه وَسلّمَ لعنَ زوّرات القبور**[39]۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

وجہ استدلال:

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنے میں مصلحت ہے۔ مثلاً دلوں کی نرمی، آخرت اور موت کو یاد رکھنا اور مُردوں کیلئے دعا اور ایصال ثواب کرنا۔ لیکن مصلحت کے ساتھ ساتھ اس میں مفاسد بھی ہیں۔ مثلاً قبرستان جاتے ہوئے بے پردگی کا ہونا وغیرہ۔ لہٰذا فساد اور مفسدہ کو مصلحت پر فوقیت دیتے ہوئے مطلقاً منع کر دیا گیا کہ عورتیں قبرستان نہ جائیں[40]۔

اس قاعدے کے تحت آنے والی چند مشہور فقہی جزئیات:

اس قاعدے کے تحت آنے والی چند مشہور فقہی جزئیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دو پڑوسی جو کہ اوپر اور نیچے والی منزل میں رہتے ہوں ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں ایسا تصرف کرے جو کہ دوسرے کیلئے نقصان دہ ہو[41]۔

اب یہاں مذکورہ مسئلے میں کسی ایک صاحب کا اپنی ملکیت میں تصرف کرنے (جبکہ اس کا ایسے تصرف میں اپنے لئے فائدہ بھی ہو) کو صرف اس وجہ سے جائز قرار نہیں دیا گیا کہ اس تصرف سے دوسرے صاحب کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ لہٰذا یہاں دفع فساد کو جلب منفعت پر ترجیح دی گئی ہے۔

۲۔ شراب اور اس جیسی دیگر ممنوع اور حرام اشیاء کی خرید و فروخت بھی اسی قاعدہ کے تحت حرام ہے۔ کیونکہ ان اشیاء کی خرید فروخت میں یقیناً نفع اور معاشی فائدہ موجود ہے لیکن چونکہ منفعت عارضی ہے لہٰذا فساد کے دور کرنے کو جلب منفعت پر ترجیح دیتے ہوئے ایسی تجارت کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

أنّہُ یجبُ شرعا منعُ التّجارۃ بالمحرّماتِ من خمرٍ و مخدرات ولو أنّ فیہا ارباحاو منافع اقتصادیۃ[42]۔

۳۔ کسی مرد و عورت پر غسل فرض ہو تو شریعت کی طرف سے غسل کرنے کا حکم ہے۔ لیکن اگر عورت پر غسل فرض ہو اور اس کو کوئی ایسی جگہ میسر نہ ہو جہاں وہ مردوں کی نظروں سے اپنے آپ کو چھپا کر غسل کر سکے تو اسکو غسل مؤخر کر دینے کی اجازت ہے۔

علامہ ابن نجیم الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں:

والمرأۃ إذا وَجَبَ علیہا الغُسلُ ولم تجد سترۃ من الرّجالِ تُؤخّرُہ[43]۔

ترجمہ عورت پر جب غسل واجب ہو اور مردوں سے چھپ کر غسل نہ کر سکے تو وہ غسل کو مؤخر کر دے گی۔

تو یہاں بھی فساد سے بچنے کی خاطر منفعت کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

۴۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے کشف عورت کے بغیر استنجاء نہ کر سکے یعنی اسکو کوئی ایسی جگی میسر نہ ہو استنجاء کیلئے جہاں لوگ نہ ہوں تو ایسے شخص کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ استنجاء چھوڑ دے اگرچہ وہ نہر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ کشف عورت کا فساد ازالہ نجاست کی مصلحت پر حاوی اور قابل ترجیح ہے[44]۔

۵۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا یقیناً ایک مسنون عمل ہے۔ لیکن روزہ دار کیلئے یہ عمل مکروہ ہے۔ یہاں بھی دفع فساد یعنی افساد صوم کے خدشہ کو جلب منفعت یعنی کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ پر فوقیت دی گئی ہے۔

المبالغۃ فی المضمضۃِ و الإستِنشاقِ مسنُونَۃٌ وتُکرہُ للصائمِ تقدیما لدرء مفسدۃ افساد الصیامِ علیٰ جَلبِ مصلحۃ سنّیّۃِ المضمضۃِ وَالإستنشاقِ [45]۔

۶۔ ایسے ہی روزہ رکھنا یقیناً ایک ثواب والا کام ہے لیکن فقہاء نے کسی ایک مخصوص دن مثلاً جمعہ کو روزہ کیلئے خاص کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ کیونکہ اہل کتاب نے بھی ایک دن کو تعظیم کیلئے خاص کر رکھا ہے یعنی یوم السبت کو اور اہل کتاب سے مشابہت لازم نہ آئے۔ یہاں بھی دفع فساد یعنی اہل کتاب کے ساتھ مشابہت سے احتراز کو جلب منفعت یعنی صیام پر فوقیت دی گئی ہے۔

وَ نہی الشرعُ عن افراد یوم الجمعۃ بالصوم لئلا یعظم تعظیم اہل الکتاب للسبت[46]۔

ترجمہ:

شریعت نے صرف جمعہ والے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ اہل کتاب کے ساتھ ہفتہ کے دن کو عظمت دینے میں مشابہت لازم نہ آئے۔

۷۔ وضوء میں کسی ایک عضو کو تین بار تک دھونا ایک مستحب عمل ہے۔ جبکہ تین سے زائد کرنا یعنی چوتھی اور پانچویں بار دھونا مکروہ ہے۔ اب اگر کسی آدمی کو کوئی عضو دھوتے ہوئے شک ہو جائے کہ آیا یہ تیسری بار ہے یا چوتھی بار تو مکروہ یعنی مفسدہ کو ترجیح دیتے ہوئے اس کو دھونا مکروہ شمار ہوگا اگرچہ فی الحقیقت یہ تیسری بار ہی کیوں نہ ہو[47]۔

۸۔ ایسے ہی تجارت کے باب میں ذخیرہ اندوزی اور شے کی قیمت میں غیر معمولی اضافہ یعنی غبن فاحش کرنا بھی شریعت میں ممنوع ہے۔ اگرچہ اس میں تاجر کیلئے ذاتی فائدہ اور مصلحت ہی کیوں نہ ہو[48]۔
یہاں بھی دفع فساد کو جلب منفعت پر ترجیح دی گئی ہے۔

۹۔ بالوں میں خلال کرنا وضوء میں ایک سنت عمل ہے۔ لیکن وہ آدمی جو کہ احرام کی حالت میں ہو اس کے لئے یہ عمل مکروہ ہے۔ لہذا مفسدہ یعنی کراہت کو مصلحت یعنی سنیت پر ترجیح دیتے ہوئے مُحرِم کیلئے یہ عمل مکروہ شمار ہو گا۔

علامہ ابن نجیمؒ الاشباہ والنظائر میں **درء المفسدۃ مقدّم علیٰ جلب المصلحۃ** قاعدے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَتخلِيلُ الشعرِ سنّۃٌ فی الطہارۃِ ویکرَہُ للمُحرِم[49]۔

ترجمہ:

طہارت کے باب میں بالوں میں خلال کرنا سنت ہے جبکہ مُحرِم کیلئے یہ عمل مکروہ ہے۔

۱۰۔ اگر پاک اور صاف کپڑا گندے اور ناپاک کپڑے کے ساتھ مل جائے، اسی طرح پاک برتن نجاست والے برتن سے مل جائے اور اشتباہ پیدا ہو جائے اور یہ معلوم نہ کیا جاسکتا ہو کہ کونسا پاک ہے اور کونسا ناپاک ہے، تو دونوں کپڑوں اور برتنوں سے دفع مفسدہ کی خاطر اجتناب لازم ہو گا[50]۔

۱۱۔ خنثیٰ مشکل کی شادی اور نکاح شریعت میں نہیں ہے اور اس کی بھی وجہ فساد کو دور کرنا ہے کہ خنثیٰ مشکل کو نہ تو عورت تسلیم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی مرد۔ لہذا مرد کی مرد کے ساتھ اور عورت کی عورت کے ساتھ شادی لازم نہ آئے۔ لہذا خنثیٰ مشکل کی شادی مطلقاً منع ہے[51]۔

۱۲۔ جمعہ کی نماز اور جماعت کی نماز کا مرض اور خوف کی وجہ سے چھوٹ ہونا بھی اسی قبیل میں سے ہے[52]۔

کیونکہ جمعہ اور جماعت کی نماز میں شمولیت یقیناً جلب منفعت ہے، لیکن دفع فساد یعنی مرض وخوف کو دفع کرنا اس سے مقدم ٹھہرا۔

۱۳۔ گھر میں نماز تراویح کی ادائیگی اس صورت میں مکروہ ہے جب کہ اس سے مسجد کو کلیۃً چھوڑنا لازم آئے یہ حکم بھی اسی قبیل میں سے ہے۔

تکرہ صلوٰۃ التراویح فی البیوتِ إذا أدّت إلیٰ تعطیل المساجِدِ تقدیما لِدَرءِ المفسدۃِ ، وھی تعطیلُ المساجِد علیٰ تحصیل المصلحۃِ وھیَ صلاتُھا فی البُیوتِ[53]۔

ترجمہ:

گھر میں تراویح کی نماز کی ادائیگی اس صورت میں مکروہ ہے جب اس سے مسجد کو مکمل چھوڑ دینا لازم آئے شر کی دوری کو مقدم کرتے ہوئے۔ یعنی تعطیل مساجد کو جلب منفعت یعنی گھروں میں نماز کی ادائیگی پر مقدم کرتے ہوئے۔

۱۴۔ مالکیہ کے نزدیک رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کو بھی مکروہ گردانا گیا ہے، تاکہ عام عوام اس کے وجوب کے قائل نہ ہو جائیں۔ مالکیہ کے نزدیک یہ کراہت بھی اسی قبیل سے ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ شوال کے یہ چھ روزے رکھنا کم از کم مستحب ضرور ہے کیونکہ مسلم شریف میں صحیح حدیث ہے:

عن النّبيِّ صلى الله عليہ وسلّم أنّ صِيامَها مع رَمضانَ يعدلُ صيامَ الدهرِ[54]۔

ترجمہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ شوال کے (چھ) روزے رمضان کے روزوں کے ساتھ ملا کر رکھنا ایسا ہے گویا پورے زمانے کے روزے رکھے[55]۔

چند مشہور فقہی جزئیات جو کہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ذکر کی جاسکتی ہیں۔

یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ اگر مصلحت مفسدہ سے بڑھ کر ہے تو جلب منفعت کو درء مفسدہ پر ترجیح حاصل ہو گی۔ ان میں کچھ کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

العزبن عبد السلام نے ایسی ۳۶ (چھتیس) امثلہ ذکر کی ہیں جہاں جلب منفعت کو دفع مفسدہ پر ترجیح دی گئی ہے[56]۔

ذیل میں ہم کچھ مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۱۔ دھوپ میں پڑا ہوا اور گرم پانی کا استعمال وضوء میں مکروہ ہے لیکن اگر اس پانی کے علاوہ کوئی اور پانی دستیاب نہ ہو تو ایسے میں اس پانی سے وضوء کرنا واجب ہو گا۔ اس لئے کہ یہاں منفعت اور مصلحت، مفسدہ کے مقابلے میں راجح ہے[57]۔

۲۔ نماز کیلئے طہارت شرط ہے۔ حدث (چاہے اصغر ہو یا اکبر) کے ہوتے ہوئے نماز کی ادائیگی ممنوع ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی مجبوری ہو کہ حدث سے چھٹکارا پانا ممکن نہ ہو، جیسے مستحاضہ عورت یا وہ شخص جس کو سلسل البول کی بیماری ہو تو ایسی مجبوری میں حدث کے ہوتے ہوئے بھی نماز کی ادائیگی ہو جائے گی۔ یہاں

بھی نماز کے مقاصد کی منفعت حدث کے فساد پر غالب ہے لہذا منفعت کو حاصل کیا جائے گا اگرچہ مفسدہ کا ارتکاب ہی کیوں نہ لازم آئے[58]۔

۳۔ نماز کیلئے قبلہ رو ہونا نماز کی شرائط میں سے ہے۔ اور قبلہ کے علاوہ کسی اور جہت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے نماز کی ادائیگی نہیں ہوگی لیکن اگر کوئی شخص مجبوری یا اکراہ کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ نہ کر پائے تو ایسے شخص کو نماز چھوڑنے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ اس پر واجب ہے کہ جس جہت کی طرف منہ کر کے اس کیلئے نماز پڑھنا ممکن ہو اس جہت کی طرف رخ کر کہ نماز پڑھ لے۔ تاکہ نماز کی شرائط میں سے ایک شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے نماز کے مقاصد فوت نہ ہوں۔ یہاں بھی مفسدہ یعنی تحول إلیٰ غیر القبلہ پر مقاصد الصلوٰۃ کی منفعت کو ترجیح دی گئی[59]۔

۴۔ زبان سے کلمہ کفر کی ادائیگی ممنوع ہے لیکن اگر کوئی حکایۃً کلمہ کفر کہتا ہے یا مجبوراً اس سے کلمہ کفر کی ادائیگی کروائی جاتی ہے تو ایسے میں کلمہ کفر کا تلفظ اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ کہنے والے کا دل ایمان پر پختہ ہو، اور وہ تلفظ صرف زبان سے کر رہا ہو، دل سے اس کی حقیقت پر یقین نہ کرتا ہو اس لئے کہ جان بچانے کی مصلحت اس کلمہ کفر کی ادائیگی کے مفسدہ سے زیادہ ہے جس پر دل مطمئن نہ ہو[60]۔
لیکن اگر ایسا شخص صبر کرتا ہے اور کلمہ کفر کی ادائیگی سے احتراز کرتا ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

۵۔ مدفون مردوں کی قبروں کو کھود کر لاش نکالنا ممنوع ہے کیونکہ اس سے مسلمان کی لاش کی بے توقیری ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی مردہ بغیر غسل دیئے دفنا دیا جائے یا اس کو دفناتے وقت اس کے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف نہ کیا گیا تو ایسے مردوں کی قبروں کو کھود کر ان کی اصلاح کرنا اس شرط کے ساتھ واجب ہے کہ پہلی بار دفنانے کے بعد اتنی مدت نہ گزر چکی ہو کہ میت خراب ہو چکی ہو۔ کیونکہ مردوں کو غسل دینے اور ان کے رخ قبلہ کی طرف کرنے کی مصلحت اس توقیر سے بڑھ کر ہے جو کہ قبر نہ کھودنے کی صورت میں حاصل ہو رہی ہے[61]۔

۶۔ جھوٹ بولنا ممنوع ہے لیکن مخالفین کے بیچ اصلاح کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ یہاں بھی مصلحت کو عظیم ہونے کی وجہ سے فساد پر ترجیح دی گئی ہے[62]۔

۷۔ ایسے ہی ماکول اللحم حیوان کو غذا کے حصول کی خاطر ذبح کرنا حیوان کے اپنے حق میں مفسدہ ہے لیکن انسانی جان کی بقاء کی مصلحت حیوان کی جان کی بقاء کی مصلحت سے بڑھ کر ہے[63]۔

قاعدہ کی عمومی حیثیت پر تبصرہ

یہ قاعدہ ایک متفق علیہ قاعدہ ہے۔ یہ فقہ کا ایک نہایت اہم قاعدہ ہے اور شریعت کے بنیادی مقاصد کو بیان کرتا ہے۔ یہ قاعدہ قرآن وسنت کی کثیر نصوص سے ثابت ہے۔ اس قاعدہ کے تحت آنے والی فقہی جزئیات بھی فقہ کے تقریباً ہر باب سے متعلق ہیں۔

حوالہ جات

1 ۔ سورۃ التغابن، الآیۃ،١٦۔

2 ۔ سورۃ البقرہ، الآیۃ٢١٩۔

3 ۔ العزبن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصالح الأنام، ج ١، ص ١٣٦۔

4 ۔ حوالہ بالا۔

5 ۔ الزرقاء، شرح القواعد الفقہیۃ، ص ١٦٥۔

6۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص ٩٩، الزرقاء، شرح القواعد الفقہیۃ، ص ٢٠٥۔

7 ۔ الزركشي، أبو عبد الله بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الزركشي (المتوفى:794هـ)
البحر المحيط، دار الكتب، الطبعة الأولى،1414هـ-1994م ج ٥، ص ٢٢٠۔

8 ۔ الشربيني، شمس الدين، محمد بن أحمد الخطيب الشربيني الشافعي (المتوفى:977هـ) السراج المنير، مطبعة بولاق (الأميرية)- القاهرة ج ١، ص ٢١۔

9 ۔ ابن حجر الهيتمي، أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي السعدي الأنصاري، شهاب الدين شيخ الإسلام، أبو العباس (المتوفى: 974هـ) الفتاوىٰ الفقهية الكبرىٰ، المكتبة الإسلامية، ج ١، ص ٦٥٣۔

10 ۔ ابن عبد السلام، قواعد الاحکام، ج ١، ص ٨١۔

11 ۔ الرازی، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ)، تفسیر الرازی، دار إحياء التراث العربي- بيروت، الطبعة الثالثة- 1420هـ ج ١٥، ص ١٨۔

12 ۔ الألوسي، شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى:1270هـ روح المعانی، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى، 1415هـ ج ٩، ص ١٣٦۔

13 ۔ ابن النجار، تقي الدين أبو البقاء محمد بن أحمد بن عبد العزيز بن علي الفتوحي المعروف بابن النجار الحنبلي (المتوفى:972هـ) شرح الكوكب المنير- مكتبة العبيكان، الطبعة الطبعة الثانية 1418هـ-1997م ج ٤، ص ٦٥٩۔

14 ۔ ابن قیم، محمد بن أبي بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ (المتوفى: 751ھ-) بدائع الفوائد، دار الکتاب العربي، بیروت، لبنان، ج ۱، ص ۸۸۔

15 ۔ المقری، القواعد للمقری، ج ۲، ص ۴۴۳۔

16 ۔ القرافی، أبو العباس شهاب الدین أحمد بن إدریس بن عبد الرحمن المالکي الشهیر بالقرافي (المتوفى: 684ھ-) الفروق للقرافی، عالم الکتب ج ۴، ص ۲۱۲۔

17 ۔ الرازی، تفسیر الرازی، ج ۲۷، ص ۲۱۲۔

18 ۔ الألوسي، روح المعانی، ج ۴، ص ۲۴۔

19 ۔ ابن أمیر حاج، أبو عبد اللہ، شمس الدین، التقریر والتحبیر، ج ۳، ص ۲۸۔

20 ۔ الزیلعی، تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۱۸۳۔ الحصکفی، الدر المختار، ج ۱ ص ۱۹۶۔ الآمدي، أبو الحسن، الإحکام في أصول الأحکام، ج ۱، ص ۱۹۰۔ الشاطبی، الموافقات، ج ۶، ص ۴۴۶۔

21 ۔ ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، مادہ درء، ج ۱، ص ۷۱۔

22 ۔ سورۃ النور، الآیۃ ۹۔

23 ۔ ابن منظور لسان العرب، مادہ فسد، ج ۳، ص ۳۳۵۔

24۔ ابن فارس، حمد بن فارس بن زکریاء مقاییس اللغۃ، مادہ قدم، ج ۵، ص ۶۵،
ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، ج ۱۲، ص ۴۶۵۔

25 ۔ الفیروزآبادي، مجد الدین أبو طاهر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی (المتوفى: 817ھ-) القاموس المحیط، مادہ جلب، مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت - لبنان الطبعۃ الثامنۃ، 1426ھ-- 2005م ج ۱، ص ۷۴، ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، ج ۱، ص ۲۶۸۔

26 ۔ لسان العرب، ج ۲۲، ص ۵۱۷، ۵۱۶۔

27 ۔ الزحیلی، القواعد الفقہیۃ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ، ص ۲۳۸۔

28 ۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص ۹۹۔۔

29 ۔ العثیمین، محمد بن صالح، القواعد الفقہیۃ، ص ۲۰۔

30 ۔ ابن سبکی، الاشباہ والنظائر، ج ۱، ص ۱۰۵۔

31 ۔ الزرقاء، المدخل الفقہی العام، ج ۲، ص ۹۷۷۔

32۔ سورۃ البقرۃ، الآیۃ ۲۱۹۔

33 ۔ العز بن عبد السلام، قواعد الاحکام، ج ۱، ص ۹۸۔

34 ۔ سورۃ الانعام، الآیۃ ۱۰۸۔

35 ۔ صدقی، الشیخ محمد صدقی، الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ الکلیہ، موسسۃ الرسالہ، بیروت، الطبعہ الرابعہ ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶م، ص ۲۶۵۔

36 ۔ سورۃ النساء، الآیۃ ۱۰۱۔

37 ۔ الصحیح للبخاری، الحدیث ۷۲۸۸۔ وأخرجہ مسلم في الحج باب فرض الحج مرۃ في العمر. وفي الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک إکثار سؤالہ مما لاضرورۃ إلیہ.. رقم 1337۔

38 ۔ ابن حجر، فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۸۶۔

39 ۔ احمد بن حنبل، مسند امام احمد، ۱۴/ ۱۶۴۔

40 ۔ ابن قیم، تہذیب السنن، ج ۹، ص ۶۰۔

41 ۔ الزرقاء، شرح القواعد الفقہیہ، ص ۲۰۵۔

42 ۔ السدلان، القواعد الفقہیۃ الکبریٰ وما تفرع عنہا، ص ۵۲۲۔

43 ۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص ۱۰۰۔

44 ۔ السدلان، القواعد الفقہیۃ الکبریٰ، ص ۵۲۳۔

45 ۔ حوالہ بالا، ص ۵۲۳۔

46 ۔ المقری، ابو عبداللہ محمد بن محمد بن احمد المقری (المتوفی ۷۵۵ھ)، القواعد، ص ۴۴۳۔

47 ۔ الزحیلی، القواعد الفقہیۃ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ، ص ۲۴۰۔

48 ۔ الدعاس، القواعد الفقہیۃ مع الشرح الموجز، ص ۳۴۔

49 ۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص ۱۰۰۔

50 ۔ العز بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، ص ۲۷، ۲۸۔

51 ۔ حوالہ بالا، ص ۲۸۔

52 ۔ الزحیلی، القواعد الفقہیۃ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ، ص ۲۳۹۔

53 ۔ حوالہ بالا، ص ۲۴۰۔

54 ۔ الصحیح لمسلم، الحدیث ۱۱۶۴۔

55 ۔ الزحیلی، القواعد الفقہیۃ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ، ص ۲۴۰۔

56 ۔ العز بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، ص ۱۳۶۔

57 ۔ العز بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، ص ۱۳۷۔

58 ۔ السدلان، القواعد الفقہیۃ الکبریٰ وما تفرع عنہا، ص ۵۲۵۔

59 ۔ حوالہ بالا۔

60 ۔ العز بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، ج ۱، ص ۱۳۲۔

61 ۔ السدلان، القواعد الفقہیۃ الکبریٰ وما تفرع عنہا، ص ۵۲۵۔

62 ۔ الزرقاء، شرح القواعد الفقہیۃ، ص ۲۰۶۔

63 ۔ العز بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، ج ۱، ص ۱۴۱۔